خطباتِ اقبال کے اردو تراجم - ایک جائزہ

عابد حسین

علم و ادب میں علامہ محمد اقبال کی حکیمانہ عظمت قائم کرنے میں ان کی سرمایہ شاعری کے ساتھ ساتھ ان کی تصنیف *The Reconstruction of Religious Thought in Islam* ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔ یہ جدید فلسفہ مغرب کی روشنی میں فلسفہ اسلام کی تشکیل جدید کی ایک حکیمانہ کوشش ہے۔ علامہ اقبال کی یہ تصنیف دراصل سات خطبات کا مجموعہ ہے، جو بہ زبان انگریزی لکھے گئے۔

علامہ نے ۲۹-۱۹۲۸ء میں اپنے معروف انگریزی خطبات مدراس، بنگلور، حیدر آباد دکن اور علی گڑھ کے علمی اور عوامی جلسوں میں پیش کیے۔ ۱۹۳۰ء میں یہ خطبات *Six Lectures on the Reconstruction of Religious Thought in Islam* کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع ہوئے۔ ستمبر ۱۹۳۲ء میں علامہ نے Aristotelian Society کی دعوت پر ایک اور خطبہ باعنوان Is Religion Possible? لکھا، جو لندن کی اسی سوسائٹی میں پڑھا گیا۔

ان خطبات کی دوسری اشاعت میں ساتویں خطبے کا اضافہ کیا گیا اور یہ مجموعہ *The Reconstruction of Religious Thought in Islam* کے عنوان سے مئی ۱۹۳۵ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن سے شائع ہوا۔ ان خطبات کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

> یہ کتاب جتنی مقبول ہے، اتنی ہی مشکل اور دقیق بھی ہے۔ ان لیکچروں میں مذہب، فلسفہ اور سائنس تینوں ہی، کبھی ایک دوسرے کے مقابل، کبھی ایک دوسرے کے متوازی اور کبھی ایک امتزاجی رنگ میں ہمارے سامنے زبان و بیان کا ایک ایسا اسلوب رکھ دیتے ہیں، جس سے صحیح فائدہ اٹھانے کے لیے اور جس کی اندرونی تہوں اور گرہوں کو کھولنے کے لیے با استعداد اور ذی علم قارئین کی ضرورت ہے اور چونکہ اس خاص منطقے میں با استعداد اور ذی علم قارئین قدرتی طور سے کچھ زیادہ نہیں، اس لیے عام افہام کے لیے ان خطبات کو اطمینان بخش شرحوں اور قطعی و صحیح حواشی کے بغیر زیر مطالعہ نہیں لایا جا سکتا۔[۱]

علامہ اقبال کی خواہش تھی کہ ان خطبات کو ترجمے کے ذریعے اردو دان طبقے تک پہنچایا جائے۔ حالانکہ انہیں احساس تھا کہ اردو دان طبقہ ان سے استفادہ نہیں کر سکے گا اور خطبات کے مباحث صرف چیدہ چیدہ لوگوں کی سمجھ میں ہی آ سکتے ہیں، چنانچہ غلام بھیک نیرنگ کو انھوں نے ایک خط کے ذریعے اپنے خدشے سے آگاہ کیا:

> میں خیال کرتا ہوں کہ اردو خواں دنیا کو شاید ان سے فائدہ نہ پہنچے کیوں کہ بہت سی باتوں کا علم میں نے فرض کر لیا ہے کہ پڑھنے یا سننے والے کو پہلے سے حاصل ہے۔اس کے بغیر چارہ نہ تھا۔[۲]

خطباتِ اقبال کے براہِ راست مخاطب اگر چہ ایسے مسلمان اور غیر مسلم مفکرین تھے، جو انگریزی زبان اور جدید فلسفیانہ مباحث و مسائل سے آگاہ تھے، لیکن علامہ وسیع تہذیبی اور ثقافتی سطح پر ان مباحث کو پھیلانا چاہتے تھے اور یہ کام ترجمے ہی کے ذریعے ممکن ہو سکتا تھا۔

اردو ترجمے کے متعلق علامہ اقبال کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے سید نیازی لکھتے ہیں:

> دسمبر ۱۹۲۹ء میں جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور باتوں باتوں میں اردو ترجمے کا ذکر آیا تو ارشاد ہوا: کیا مضائقہ ہے، ترجمہ ہو جائے تو غیر انگریزی دان اربابِ علم بھی ان کا مطالعہ کر سکیں گے اور یہ امر شاید فائدے کا ہی موجب ہو۔ گویا ترجمے کا خیال شروع ہی سے علامہ کے ذہن میں تھا۔[۳]

تاہم علامہ اقبال خطبات کا ترجمہ ڈاکٹر عابد حسین سے کروانا چاہتے تھے، جو اس وقت دہلی میں فلسفہ کے پروفیسر تھے، لیکن بعض مصروفیات کے سبب ڈاکٹر عابد حسین نے معذوری کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر عابد حسین کی معذرت کے بعد آخر کار قرعہ فال سید نذیر نیازی کے نام نکلا۔ سید نذیر نیازی نے علامہ کی زیر نگرانی خطبات کا ترجمہ مکمل کیا۔ دوسرے خطبے کے ترجمے پر نظر ثانی بھی فرمائی۔

بلاشبہ سید نذیر نیازی علامہ کے قریبی رفقا میں شامل تھے اور انہوں نے بڑی محنت، عرق ریزی اور علمی لگن کے جذبے سے سرشار ہو کر ان خطبات کو اردو کا روپ دیا۔ خطباتِ اقبال کے اردو تراجم میں جو شہرت اور سند سید نذیر نیازی کے اولین ترجمے کو حاصل ہوئی اس کا اندازہ یہاں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ان کا یہ ترجمہ ایم فل اور پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالات میں بطور بنیادی ماخذ کے استعمال ہوتا ہے۔ تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

> مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ڈاکٹر سید عبداللہ، پروفیسر محمد منور، پروفیسر آل احمد سرور اور پروفیسر جگن ناتھ آزاد جیسے اکابر علم و ادب اور اقبال شناسوں نے اس ترجمے پر اطمینان ظاہر کیا۔[۴]

خود نذیر نیازی نے علامہ، مولانا اسلم جیراج پوری اور ڈاکٹر عابد حسین سے استفادے کا اعتراف کیا ہے۔[۵]

سید نذیر نیازی کو خطباتِ اقبال کے دیگر مترجمین میں ایک امتیازی مقام یہ بھی حاصل ہے کہ وہ خطباتِ اقبال کے پہلے اردو مترجم ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی بھی تصنیف کا پہلا ترجمہ قدرے مشکل اور زیادہ محنت و کاوش کا متقاضی ہوتا ہے۔ خطباتِ اقبال کے متاخرین اردو مترجمین کے لیے ایک سہولت یہ بھی رہی کہ انگریزی تصنیف کے ساتھ ساتھ ان کے پیش نظر سید نذیر نیازی کا اردو ترجمہ بھی تھا۔ تقریباً تمام متاخرین اردو مترجمین نے سید نذیر نیازی کی وضع کردہ اصطلاحات سے اکتساب کیا ہے۔

عربی اور فارسی الفاظ سے قطع نظر، تفہیم مطالب میں سید نذیر نیازی کا ترجمہ آج بھی اپنی الگ شناخت کا حامل ہے۔ مثلاً تیسرے خطبے میں انگریزی عبارت اس طرح ہے:

> But it is hard to understand what exactly is an individual.As Bergson has taught us in his Creative Aevolution, individuality is a matter of degrees and is not fully realized even in the case of the apparently closed off unity of the human being.[6]

لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے لیے فرد کا ٹھیک ٹھیک تصور قائم کرنا کوئی آسان بات نہیں، جیسا کہ ارتقائے تخلیقی میں برگساں نے لکھا ہے۔ انفرادیت کے کئی مدارج ہیں، حتیٰ کہ ذات انسانی کی الگ تھلگ وحدت میں بھی اس کا تمام و کمال اظہار نہیں ہوتا۔[۷]

تاہم بعض حضرات سید نذیر نیازی کے ترجمے سے متفق نہیں۔ ڈاکٹر محمد سمیع الحق کے خیال میں سید نذیر نیازی نے ترجمے کو خود ساختہ عربی سے بوجھل بنایا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے چند الفاظ کی نشاندہی بھی کی ہے، مثلاً Spontanious کے لیے ابدائی، Embrace کے لیے احتوا، Catagorical Imperative کے لیے قطعی حکم، Vested Interest کے لیے حقوق مذعومہ۔ ان کا یہ کہنا بجا ہے کہ:

ترجمے کا یہ مقصد نہیں ہونا چاہیے کہ ایک ترجمہ پڑھنے کے لیے کسی کو ایک اور زبان سیکھنی پڑے۔[۸]

اس سے انکار نہیں کہ سید نذیر نیازی مرحوم نے اردو ترجمے میں کہیں کہیں عربی اور فارسی الفاظ استعمال کیے ہیں، لیکن اس سے یہ قیاس کرنا درست نہیں کہ عربی و فارسی کا کثرت سے استعمال کیا گیا ہے۔ جس زمانے میں سید نذیر نیازی نے خطباتِ اقبال کا ترجمہ کیا، اُس زمانے میں عربی اور فارسی آج کی طرح کوئی اجنبی زبان نہیں تھی، بلکہ عربی اور فارسی اہل علم و دانش کی شناخت تھی۔ اگر آج تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ میں مستعمل عربی و فارسی الفاظ ہماری طبع نازک پہ گراں گزرتے ہیں تو یہ ہمارا زوال علم ہے نہ کہ مترجم کی مشکل پسندی یا خدانا خواستہ اردو زبان کے خلاف کوئی سازش۔

ہاں اتنا ضرور ہے کہ علامہ نے انگریزی خطبات میں قرآنی آیات کا انگریزی ترجمہ لکھا ہے، جب کہ مترجم نے صرف قرآنی آیات لکھی ہیں، اردو ترجمہ نہیں کیا گیا۔ اسی طرح علامہ نے دوسرے خطبے میں ناصر علی سرہندی اور ایرانی شاعر عرفی اور چوتھے اور ساتویں خطبے میں مولانا روم کے فارسی اشعار کا انگریزی

ترجمہ لکھا ہے، جب کہ سید نذیر نیازی نے صرف فارسی اشعار لکھے ہیں، اردو ترجمہ نہیں کیا گیا۔

خطباتِ اقبال کے اردو تراجم میں تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ خطباتِ اقبال کا پہلا اردو ترجمہ ہے۔تقریباً تمام متاخرین اردو مترجمین نے سید نذیر نیازی کے ترجمے سے اکتساب کیا ہے۔تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ پر معترض قارئین اس ترجمے کو مشکل اور ثقیل قرار دیتے ہیں، جس کی وجہ ان کی اپنی کم علمی اور عربی و فارسی سے ناشناسائی ہے۔

ماہرین اقبالیات اور اسلام و فلسفہ جدید سے شغف رکھنے والے قارئین کے لیے تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ آج بھی دیگر تراجم کی نسبت ایک مستند ترجمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔وقت کے ساتھ ساتھ زبان و بیاں کے اندر تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں، لہٰذا پرانے اسالیب کو نئے اسالیب سے ہم آہنگ کرنا وقت کی ضرورت بن جاتا ہے۔

تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ کی تکمیل ہوئے تقریباً ایک صدی کا عرصہ ہونے کو ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے جدید اسلوب سے ہم آہنگ کیا جائے تا کہ جدید ذوق کے قارئین علامہ کی فکر اور اسلام و فلسفہ جدید کے متعلق علامہ اقبال کے نکتہ نظر سے روشناس ہو سکیں۔

خطباتِ اقبال کے اردو تراجم میں مذہبی افکار کی تعمیر نو پروفیسر شریف کنجاہی کا ترجمہ ہے یہ ترجمہ ۱۹۹۲ء میں بزم اقبال لاہور سے شائع ہوا۔پنجابی زبان و ادب میں پروفیسر شریف کنجاہی کا مقام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔اقبالیات کے حوالے سے جاوید نامہ کا منظوم پنجابی ترجمہ، علم الاقتصاد کا پنجابی روپ اور خطباتِ اقبال کا پنجابی اور اردو ترجمہ، شریف کنجاہی کی اقبال فہمی کا ثبوت ہیں۔مذہبی افکار کی تعمیر نو کے متعلق پروفیسر شریف کنجاہی لکھتے ہیں:

> علامہ اقبال کے ان افکار و خیالات کو جنھیں انہوں نے انگریزی لباس پہنا کر پیش کیا تھا امکانی حد تک عام فہم زبان میں ڈھالنے کی ایک کاوش ہے۔[9]

خطباتِ اقبال کے تقریباً تمام اردو مترجمین نے اپنے ترجمے کے متعلق رواں، سلیس اور عام فہم ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔اصطلاحات کا کم از کم استعمال ترجمے کا وصف قرار دیا گیا ہے، حالاں کہ اصطلاح سازی ایک فن ہے، جو کسی بھی تحریر کی قطعیت میں اضافہ کا موجب ہے اور قطعیت عمدہ اسلوب کی ایک بنیادی صفت ہے۔ڈاکٹر مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں:

> ہمارے بیشتر مترجمین نے روانی اور سلاست کے پیچھے بھاگتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ اگر کسی ترقی یافتہ زبان میں تخلیق کار نے پیچیدہ ترجذبات و احساسات کو لفظوں میں بیان کیا ہے تو اسے کیوں نہ کوشش کر کے انہیں قواعد وضوابط کے ساتھ اردو میں منتقل کر لیا جائے۔[10]

پروفیسر شریف کنجاہی نے خطبات اقبال کے اردو ترجمے کے لیے، سید نذیر نیازی کے اردو ترجمے کو بنیاد بنایا اور احمد آرام کے فارسی ترجمے اور عباس محمود کے عربی ترجمے سے استفادہ کیا اس لیے تفہیم مطالب میں مترجم کی کاوش قابل ستائش ہے، مثلاً پہلے خطبے میں انگریزی عبارت یوں ہے:

> Religious beliefs and dogmas,according to the theory,are no more than merely primitive theories of Nature, whereby mankind have tried something to redeem Reality from its elemental ugliness and to show it of nearer to the hearts desire than the facts of life would warrant.[11]

> اس تھیوری کے مطابق مذہبی آراء وعقائد حقیقت میں اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ وہ نیچر کے متعلق وہ ناپختہ سی تھیوریاں ہیں جن کے سہارے نسل انسانی نے حقیقت کل کو اس کی عناصری بدصورتی سے آزاد کرانے اور اس کو ایسا روپ دینے کی کوشش کی ہے کہ ہم اس کو اپنی دلی تمنا کے اس سے قریب تر ہونے والی کوئی چیز سمجھیں جتنا کہ زندگی کی حقیقتیں ہماری جھولی میں ڈالتی ہیں۔[۱۲]

پروفیسر شریف کنجاہی چونکہ بنیادی طور پر پنجابی زبان و ادب کی ایک معروف شخصیت ہیں۔ خطباتِ اقبال کے اردو ترجمے سے قبل وہ انہی خطبات کا پنجابی ترجمہ بھی مکمل کر چکے تھے۔ مذہبی افکار کی تعمیر نو میں بھی مترجم نے بعض جگہ ایسے پنجابی الفاظ کا استعمال کیا ہے جن کی تفہیم پنجابی زبان سے جانکاری رکھنے والے قاری کے لیے بھی مشکل ہے۔ مثلاً چوتھے خطبے میں انگریزی عبارت اس طرح ہے:

> Again mental and physical events are both in time,but the time-span of the ego is fundamently different to the time-span of the physical events.[13]

> ذہنی اور مادی شدنیاں دونوں ہی یوں تو پابند زماں ہیں، لیکن ایگو کا کال پاٹ مادی شدنی کے کال پاٹ سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔[۱۴]

مترجم نے بعض انگریزی فقرات کے اردو ترجمے میں پنجابی الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ مثلاً Quality کے لیے اکھنڈ Inseparable کے لیے کرن ہار اور پرکھنہار Appreciative Efficient- کے لیے گن، Knowing ego کے لیے جانہار ایگو وغیرہ۔

اگرچہ اختصار ترجمے کا ایک بنیادی وصف ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اصل متن میں موجود مفہوم، ولولہ اور روح ہی بجائے اپنے پورے شباب کے مختصر ہو کر رہ جائے اور قاری اصل متن کی روح تک پہنچنے میں تشنہ کام رہے۔ مذہبی افکار کی تعمیر نو میں بعض مقامات پر مترجم نے عبارت کو مختصر کرتے ہوئے اصل متن کے مفہوم میں تشنگی پیدا کر دی ہے، حالانکہ خطباتِ اقبال کی انگریزی عبارت بجائے خود قطعیت اور اختصار کی آئینہ دار ہے۔ مثلاً چوتھے خطبے میں انگریزی عبارت یوں ہے:

> The appropriation of the passing pulse by the present pulse of thought, and that of the present by its successor is the ego.[15]

سوچ کی ہر موج کو اس کے بعد آنے والی موج کے اپنے کام میں لے آنے کا نام ہی خودی ہے۔[۱۶]

علامہ نے انگریزی عبارت میں مختصر، مگر جامع الفاظ میں خودی کی definition کی ہے مگر وہ جامعیت اور اختصار اردو ترجمے میں نہیں آ سکا، جس کی انگریزی عبارت متقاضی تھی۔

ترجمہ یوں ہونا چاہیے تھا:

موجودہ لمحہ فکر سے ماقبل اور اس ماقبل (موجودہ) کا اپنے مابعد سے تصرف خودی ہے۔

انگریزی خطبات میں علامہ نے فارسی اشعار کا انگریزی ترجمہ لکھا ہے، جب کہ مترجم نے فقط فارسی اشعار درج کیے ہیں، اردو ترجمہ نہیں کیا گیا۔ فارسی زبان سے نابلد قاری مذہبی افکار کی تعمیر نو کا مطالعہ کرتے ہوئے اصل متن کے مفہوم تک رسائی میں دقت محسوس کرتا ہے۔

رواں اور با محاورہ ترجمے کے لیے بعض اوقات مترجم چند اضافی الفاظ کا استعمال کرتا ہے، جو قوسین کے اندر لکھے جاتے ہیں یا ایسا بھی ہوتا ہے کہ اصل متن کا کوئی لفظ ترجمے کی سلاست اور بہاؤ میں حائل ہوتا ہے، جسے برقرار رکھنے کے لیے قوسین کے اندر لکھا جاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں امتیاز ضروری ہے تا کہ قاری پر یہ واضح ہو سکے کہ کون سا لفظ اصل متن میں موجود ہے یا مترجم کی طرف سے بہتر تفہیم کے لیے اضافہ ہے۔ مذہبی افکار کی تعمیر نو میں مترجم نے اصل متن کے بعض الفاظ کا ترجمہ اور اضافی الفاظ دونوں قوسین کے اندر درج کیے ہیں۔ کوئی امتیاز برقرار نہیں رکھا گیا۔

گرچہ خطباتِ اقبال جیسی علمی تصنیف کا ترجمہ لفظی ترجمے کی ذیل میں آتا ہے تاہم لفظی ترجمے کے ساتھ ساتھ بعض جگہ مترجم نے اصل متن کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں بہتر انداز میں بیان کیا ہے۔ پروفیسر شریف کنجاہی نے مروّجہ و مصدقہ اصطلاحات کو بدل کر پیش کیا ہے، جس سے اصل متن کی تفہیم میں بہتری پیدا ہوئی ہے۔

تاہم شریف کنجاہی نے کچھ اصطلاحات کے مترادفات بے جا طور پر روایت سے ہٹ کر استعمال کیے ہیں۔ مثلاً 'مذہبی واردات' یا 'مذہبی تجربہ' مقبول و معروف اصطلاحات ہیں۔ ان کی بجائے 'کشفی دریابی' اور فلسفیانہ پرکھ یا معیار کے لیے 'میزان عقل'، لیکن اس قسم کے انتخابات کا کوئی خاص لسانی جواز نہیں۔ خصوصاً اس وقت جب ان کے مترادفات موجود ہوں اور مروّج بھی ہو چکے ہوں۔

مذہبی افکار کی تعمیر نو میں پنجابی زبان کے نامانوس الفاظ، عربی و فارسی کا جزوی استعمال قاری کے لیے تفہیم مطالب میں دشواری کا باعث ہے۔ مترجم نے ہر خطبے کے آخر میں وضاحتی حواشی درج کیے ہیں، جس میں مشکل انگریزی الفاظ کے اردو، فارسی اور عربی مترجمین کے تراجم درج کیے گئے ہیں، جن کی مدد سے قاری مناسب اور بہتر مفہوم اخذ کر سکتا ہے۔

انگریزی عبارت اور اردو ترجمے میں اگرچہ کافی حد تک مطابقت پائی جاتی ہے، مفہوم کے لحاظ سے بلاشبہ کم سے کم غلطیاں دیکھنے میں آئیں، تاہم مذہبی افکار کی تعمیر نو کو غلطیوں سے مبرا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جس کی وجہ راقم کے نزدیک مترجم کا اصل متن سے کم سے کم اکتساب ہے۔ اگر مترجم دیگر تراجم کے ساتھ ساتھ انگریزی عبارت کا بالاستیعاب مطالعہ کرتے تو مذہبی افکار کی تعمیر نو، خطبات اقبال کے اردو تراجم میں ایک اہم پیش رفت شمار ہوتی۔

بھارت میں مقیم مسلمانوں کی فکری، روحانی اور فلسفہ جدید سے جنم لینے والے سوالات کی تشفی کے لیے ڈاکٹر سمیع الحق نے خطباتِ اقبال کا تمام قومی زبانوں میں ترجمہ ضروری خیال کرتے ہوئے ۱۹۵۶ء میں خطباتِ اقبال کے اردو ترجمے کا آغاز کیا۔ ۱۹۶۲ء تک خطباتِ اقبال کا اردو ترجمہ پایہء تکمیل کو پہنچ گیا اور ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس کوچہ پنڈت لال کنواں دہلی سے تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر کے عنوان سے ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا۔

ڈاکٹر سمیع الحق، سید نذیر نیازی کے اردو ترجمے سے متفق نہیں اور آسان سے آسان الفاظ کے استعمال پر زور دیتے ہوئے عرض مترجم میں لکھتے ہیں:

> ترجمہ مذکور کو بالاستیعاب پڑھا۔ انگریزی لفظوں کو خود ساختہ عربی میں ترجمہ کر کے بوجھل بنایا گیا ہے۔ اردو کے آسان سے آسان لفظوں کی تلاش ہی ایک مترجم کی پابندی ہے۔ [۱۷]

لیکن جب ہم تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر کا تنقیدی مطالعہ کرتے ہیں تو بعض جگہ وہ خود بھی اس ضمن میں زیادہ پیش رفت نہیں کر سکے۔ مثلاً:

> With the birth of reason and critical faculty, however, life, in its own interest, inhibits the formation and growth of non-rational modes of conciousness through which psychic energy flowed at an earlier stage of human evolution.[18]

تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر میں ترجمہ:

> لیکن تعقل اور تنقیدی صلاحیتوں کے فروغ کے ساتھ ہی زندگی نے، اپنے مفاد کے پیش نظر، ان بے بہرہ خرد اوضاع شعور یعنی توانائی وجدان نفسی کی تشکیل ونشونما کو، جس کی انسانی ارتقاء کے اولین مراحل میں عام روش تھی، اپنے اوپر حرام کرلیا۔ [۱۹]

خطباتِ اقبال کے اردو تراجم میں تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ کے بعد تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر مترجم کی قابل تحسین کاوش ہے تاہم ابلاغ اور عمدہ اسلوب کے ساتھ ساتھ اصل متن کا مفہوم اور مصنف کا مدعا بعینہٖ دوسری زبان میں پیش کرنا ترجمے کی بنیادی صفت اور مترجم کی اساسی ذمہ داری ہے۔

تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر کے تنقیدی جائزے کے دوران جہاں عمدہ ترجمہ دیکھنے کو ملتا ہے وہاں بعض مقامات پر انگریزی عبارت اور اردو ترجمے میں تضاد ہے۔ مثلاً دوسرے خطبے کی انگریزی عبارت یہ ہے:

The infinite divisibility of space and time means the compectness of points in the series, it does not mean that point are mutually isolated in the sense of having a gap between one another.[20]

تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر میں ترجمہ:

مکان اور زبان کے لامتناہی اجزاء میں تجزیہ ہونے کی صلاحیت کا مطلب سلسلہ کے اندر نقطوں کی پیوستگی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ نقطے باہم ایک دوسرے سے اس مفہوم میں الگ تھلگ ہیں کہ ان میں سے ایک دوسرے کے بیچ میں خالی جگہ رہ جاتی ہے۔[۲۱]

ترجمہ اس طرح ہونا چاہیے تھا:

زمان و مکان کی لامتناہی تقسیم پذیری کا مطلب سلسلہ کے اندر نقاط کی پیوستگی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپس میں وقفہ رکھنے کے مفہوم میں نقاط باہم الگ ہیں۔

انگریزی زبان میں بعض الفاظ ایک سے زیادہ معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ مترجم کو چاہیے کہ انگریزی عبارت کے سیاق وسباق کو مدنظر رکھتے ہوئے انگریزی لفظ کا مناسب اور موزوں معنی منتخب کرے تب ہی وہ مفہوم کی ادائیگی اور تسلسل سے احسن طریقے سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ مثلاً تیسرے خطبے میں انگریزی Sentence اس طرح ہے:

Freedom is thus a condition of goodness.[22]

تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر میں ترجمہ:

چنانچہ آزادی نیکی کی حالت ہے۔[۲۳]

تشکیلِ جدید میں سید نذیر نیازی نے درج بالا انگریزی جملے کا ترجمہ نہایت دلکش اور خوبصورت اسلوب میں پیش کیا ہے:

آزادی خیر کی شرط اولین ہے۔[۲۴]

مترجم نے اختصار، قطعیت اور خوبصورت اردو الفاظ کے انتخاب سے تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر میں بہتر اسلوب پیش کیا ہے۔ تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر میں ابلاغ کا عنصر دیگر تراجم سے قدرے زیادہ ہے۔ تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ کے بعد تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر میں انگریزی متن اور اردو ترجمے میں زیادہ مناسبت پائی جاتی ہے۔ مفہوم کے حوالے سے کم سے کم غلطیاں

دیکھنے میں آئیں۔

مفہوم کی ادائیگی میں اگرچہ ڈاکٹر سمیع الحق بعض مشکل مقامات سے بڑی کامیابی سے گزرے ہیں۔ تاہم تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر میں چند ایسے مقامات بھی ہیں جہاں ترجمے میں جو مفہوم بیان کیا گیا ہے وہ اصل متن سے مختلف ہے خصوصاً خطبات کے عنوانات کا اردو ترجمہ اصل عبارت کے مطابق نہیں مثلاً The principle of movement in the structure of Islam کا ترجمہ 'وضع اسلامی میں تغیر کا اصول' اسی طرح ?Is Religion Possible کا ترجمہ 'کیا مذہب کا امکان اب بھی ہے' اور The conception of God and the meaning of prayer کا ترجمہ 'تصور الٰہ اور حقیقت ذکر' انگریزی عبارت کے مطابق معیاری ترجمہ نہیں۔

۲۰۰۰ء میں اسلامی فکر کی نئی تشکیل کے عنوان سے خطباتِ اقبال کا اردو ترجمہ منظر عام پر آیا، جو شہزاد احمد کی کاوش ہے۔ اس سے قبل شہزاد احمد نفسیات اور فلسفہ و سائنس کی بعض اہم کتب کے تراجم کر چکے تھے اور بحیثیت مترجم علم و ادب کے حلقوں میں متعارف ہو چکے تھے۔ خطباتِ اقبال کا اردو ترجمہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

> سراج منیر صاحب نے ڈاکٹر اجمل کی ایک کتاب مجھ سے ترجمہ کروائی اور پھر اچانک اقبال کے خطبات کا ترجمہ کرنے کی فرمائش کر دی۔ مَیں نے فوراً اسے قبول کر لیا۔ مجھے مشکلات کا سامنا تو تھا، مگر میرا جی چاہتا تھا کہ مَیں اس چیلنج کو قبول کر لوں۔ مَیں نے اسے پانچ ماہ میں مکمل کر لیا۔[۲۵]

اسلامی فکر کی نئی تشکیل سے قبل سید نذیر نیازی کا اردو ترجمہ تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، شریف کنجاہی کا اردو ترجمہ مذہبی افکار کی تعمیرِ نو اور ڈاکٹر سمیع الحق کا اردو ترجمہ تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر کے عنوان سے منظر عام پر آ چکے تھے۔ انگریزی متن اور ان تین تراجم کے باوجود اسلامی فکر کی نئی تشکیل کو خطباتِ اقبال کے اردو تراجم میں کوئی اہم پیش رفت قرار نہیں دیا جا سکتا۔

خطباتِ اقبال کے دیگر مترجمین کی طرح شہزاد احمد بھی اپنے ترجمے کے متعلق سہل نگاری اور عام فہم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ مترجم کے لیے یہ بات بھی لازم ہے کہ وہ انگریزی متن کا متبادل اردو متن پیش کرے۔ عام فہم اور آسان اردو ترجمہ بجائے خود ایک بنیادی وصف ہے، لیکن اس کا مطلب یہ قطعاً نہیں کہ سہل ترجمے کی کوشش میں اصل متن سے انحراف کیا جائے۔

خطباتِ اقبال میں علامہ نے اسلام اور فلسفہ جدید کے متعلق اٹھائے گئے مباحث کو پوری قوت اور علمی جرأت سے بیان کیا ہے اور ان خطبات کے لیے وہ English diction منتخب کی ہے، جس کا عکس

ان کے اردو اور فارسی سرمایہ شاعری میں موجود ہے۔

شہزاد احمد، خطباتِ اقبال کے اردو ترجمے کا یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ زبان چونکہ مسلسل ارتقا کے عمل سے گزر رہی ہے، لہٰذا وقت کے ساتھ ساتھ کتب کے تراجم جدید اسلوب کے مطابق پیش ہونے چاہئیں۔ اگرچہ وہ بعض مقامات پر اپنے مقصد میں کامیاب دکھائی دیتے ہیں، لیکن کئی جگہ ان کا ترجمہ لاپرواہی کا شکار ہے۔ مثلاً ساتویں خطبے میں انگریزی عبارت اس طرح ہے:

In order to understand this we must make a distinction between experience as a natural fact, significant of the normally observable behaviour of Reality, and experience as a significant of the inner nature of reality.[26]

اسلامی فکر کی نئی تشکیل میں ترجمہ یوں ہے:

اسے سمجھنے کے لیے ہمیں تجربے اور فطری حقیقت کے مابین خط امتیاز کھینچنا ہوگا، جو عمومی طور پر نظر نہ آنے والی حقیقت اور تجربے کے کردار کی اہمیت کا بطور باطنی فطری حقیقت مظہر ہوگا۔[۲۷]

یہاں مترجم نے انگریزی عبارت پر تفکر کیے بغیر اور سیاق وسباق کو نظر انداز کرتے ہوئے تجربے اور فطری حقیقت کے مابین خط امتیاز کھینچ دیا ہے، جب کہ علامہ کے نزدیک تجربہ ایک فطری حقیقت ہے، جس پر انھوں نے اسی خطبہ میں سیر حاصل بحث کی ہے، اسی طرح بعض جگہ لغت کی غلطیوں کی وجہ سے بھی مفہوم میں بگاڑ پیدا ہوا ہے۔ مثلاً تیسرے خطبے میں انگریزی عبارت یوں ہے:

All the meaningless theological controversies about the idea of creation arise from the narrow vision of the finite mind.[28]

شہزاد احمد ترجمہ یوں کرتے ہیں:

خیال تخلیق کے متعلق تمام بے معنی دینیاتی بحثیں اس لامتناہی ذہن کی تنگ نظری سے پیدا ہوتی ہیں۔[۲۹]

یہاں لفظ finite لغت کے مطابق 'محدود' یا 'متناہی' کے معنوں میں مستعمل ہے نہ کہ 'لامتناہی' کے۔ 'لامتناہی' کے لیے لغت میں الگ لفظ Infinite موجود ہے۔

تنقیدی جائزے سے لغت کی جو غلطیاں سامنے آئیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔ doctrin کے لیے مجموعہ، reveal کے لیے اخفا، wave motion کے لیے طول موج، competing tendencies کے لیے متصادم رجحانات، facets کے لیے اجزاء، primitive کے لیے غیر مہذب وغیرہ۔

علامہ نے فلسفیانہ مباحث کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآنی آیات کے کچھ حصوں کا حوالہ دیا ہے اور انھیں حصوں کا انگریزی میں ترجمہ لکھا ہے، لیکن شہزاد احمد نے پوری قرآنی آیت لکھ کر اس کا اردو میں ترجمہ کر دیا

ہے، جو اصل متن میں اضافہ ہے۔ مثلاً:

If a wound hath befallen you, a wound like it hath already befallen others, we alternate the days of successes and reverses among people.[30]

اس وقت اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمہارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے۔ یہ تو زمانے کے نشیب و فراز ہیں، جنھیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔تم پر یہ اس وقت لایا گیا کہ اللہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم میں سچا مومن کون ہے اور ان لوگوں کو چھانٹ لینا چاہتا ہے جو واقعی (راستی) کے گواہ ہیں، کیونکہ ظالم لوگ اللہ کو پسند نہیں۔[۳۱]

چند آیات ایسی بھی ہیں، جن کا اردو ترجمہ اسلامی فکر کی نئی تشکیل میں نہیں ملتا۔ مترجم نے چونکہ یہ ترجمہ انتہائی قلیل مدت یعنی پانچ ماہ میں مکمل کیا، لہٰذا ایسی غلطیوں کی گنجائش بعید از قیاس نہیں تھی۔

اسلوب کے حوالے سے اگرچہ مترجم نے بعض جگہ جدید ذوق کو مدنظر رکھتے ہوئے عام فہم اور معیاری اسلوب اختیار کیا ہے، لیکن ایسے مقامات بھی ہیں جہاں مشکل اور ادق اسلوب کے باعث قاری کے لیے فکرِ اقبال تک رسائی دشوار ہوئی ہے۔ مترجم نے بعض انگریزی الفاظ کا مشکل ترجمہ کیا ہے، حالانکہ ان کے متبادل آسان اردو الفاظ موجود تھے مثلاً transformation کے لیے قلب ماہیت، suggestion کا ترجمہ ایک جگہ ایمائی دوسری جگہ ایعاز، transcending تزیہی، pontifical کا اسقفی وغیرہ، تاہم مترجم نے اسلامی فکر کی نئی تشکیل میں بعض اردو الفاظ کی انگریزی قوسین میں درج کی ہے، جس سے قاری بذاتِ خود بہتر مفہوم اخذ کر سکتا ہے۔ شہزاد احمد نے مولانا روم کے فارسی اشعار اور خطباتِ اقبال میں موجود دیگر فارسی اشعار کا کامیاب اردو ترجمہ کیا ہے۔

خطباتِ اقبال کے اردو مترجمین میں ایک اہم شخصیت ڈاکٹر وحید عشرت ہیں، جنھوں نے تجدید فکریاتِ اسلام کے عنوان سے خطباتِ اقبال کا اردو ترجمہ مکمل کیا۔ یہ ترجمہ اقبال اکادمی پاکستان سے ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا۔ تجدیدِ فکریاتِ اسلام سے قبل خطباتِ اقبال کے چار مکمل اردو تراجم شائع ہو چکے تھے، جن میں سید نذیر نیازی کا اردو ترجمہ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ (۱۹۵۸ء)، پروفیسر شریف کنجاہی کا اردو ترجمہ مذہبی افکار کی تعمیر نو (۱۹۹۲ء)، ڈاکٹر سمیع الحق کا اردو ترجمہ تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر (۱۹۹۴ء) اور شہزاد احمد کا اردو ترجمہ اسلامی فکر کی نئی تشکیل (۲۰۰۰ء) شامل ہیں۔

ڈاکٹر وحید عشرت نے جب خطباتِ اقبال کے اردو ترجمے کا آغاز کیا اس وقت وہ اقبال اکادمی پاکستان میں بطور معاون ناظم ادبیات اپنی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ ڈاکٹر وحید عشرت فلسفہ اور فکرِ

اقبال پر دقیق نظر رکھتے ہیں۔کم وبیش بیس کتابوں کے مصنف ہیں۔ڈاکٹر وحید عشرت نے انتہائی غور وفکر اور عرق ریزی سے خطباتِ اقبال کا یہ ترجمہ آٹھ سال میں مکمل کیا۔

تجدیدِ فکریاتِ اسلام کے تنقیدی جائزے سے یہ واضح ہے کہ مترجم نے خطباتِ اقبال کے اردو ترجمے میں محنت، لگن اور ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال کے مدعا تک رسائی حاصل ہو سکے۔اپنی اس کاوش کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ترجمہ کرتے وقت یہ بات دامن گیر رہی کہ اگر علامہ اردو میں لکھتے تو اپنا مدعا کس طرح ادا کرتے۔کوشش کی گئی ہے کہ اسے ترجمے کی بجائے طبع زاد کتاب کا روپ مل سکے۔[۳۲]

تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ اور تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر کے بعد بلا شبہ تجدیدِ فکریاتِ اسلام خطباتِ اقبال کے اردو تراجم میں ایک اہم اور قابل ستائش ترجمہ ہے۔مترجم کی اقبال فہمی، ماہرینِ اقبالیات سے مشاورت و رہنمائی، انگریزی متن اور تمام اردو تراجم کا بالاستیعاب مطالعہ تجدیدِ فکریاتِ اسلام کو دیگر تراجم سے نمایاں کرتا ہے۔

ترجمے کے لیے وہ ایڈیشن استعمال کیا گیا، جو پروفیسر محمد سعید شیخ نے مرتب و مدون کیا۔دوسرے مترجمین نے یہ ایڈیشن استعمال نہیں کیا۔مثلاً دوسرے خطبے میں انگریزی عبارت اس طرح ہے:

> The poet means to say that if you had a vehement desire for drink, the sands of the desert would have givin you the impression of a lake.Your freedom from the illusion is due to the absence of a keen desire for water.You have perceived the thing as it is because you were not interested in perceiving it as it is not.[33]

> شاعر یہ مفہوم ادا کرنا چاہتا ہے کہ اگر تمہاری پیاس میں خامی نہ ہوتی اور تم سچی پیاس رکھتے تو صحرا کی ریت بھی تمہیں جھیل دکھائی دیتی۔فریب خوردگی سے تو تم اس لیے بچ گئے کہ تمہارے اندر پانی کے لیے طلب صادق نہیں تھی۔تم نے صورت حال کا ایسا ہی ادراک کیا جیسی کہ وہ ہے کیوں کہ تمہیں اس کا ایسا ادراک کرنے میں دلچسپی نہیں تھی جیسی کہ وہ نہیں ہے۔[۳۴]

یہاں مترجم نے چند اضافوں سے قطع نظر انگریزی عبارت کا کامیاب اردو ترجمہ کیا ہے اور جدید اسلوب کے باوصف قاری کے لیے کشش اور تفہیم کا باعث ہے۔

تاہم بعض مقامات ایسے ہیں، جہاں مترجم کوشش کے باوجود انگریزی متن کے معنی ومفہوم تک رسائی حاصل نہیں کر پائے، جس کی وجہ سے تجدیدِ فکریاتِ اسلام کو طبع زاد کتاب کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔مثلاً ساتویں خطبے میں انگریزی عبارت یوں ہے:

> If we look at the movement embodied in creation from the outside, that is to say, if we apprehend it intellectually, it is a process lasting through thousand of years, for

one Devine day, in the terminology of Quran, as of the Old Testament is equal to one thousand years.[35]

تجدیدِ فکریاتِ اسلام میں ترجمہ یوں ہے:

اگر ہم اس لمحہ کو خارج سے دیکھیں، جس میں کہ تخلیق ہوئی اور اس کا عقلی طور پر تصور کریں تو کہا جائے گا کہ یہ ایک ایسا عمل ہے، جو ہزاروں سالوں پر محیط ہے۔ کیوں کہ خدا کا ایک دن قرآن کی اصطلاح میں اور جیسا کہ عہد نامہ قدیم میں بھی آیا ہے، ہمارے ایک سال کے برابر ہے۔[۳۶]

یہاں مترجم نے movement کا ترجمہ ''لمحہ'' کیا ہے جبکہ درست ترجمہ ''حرکت'' ہے۔ اسی طرح one thousand years کا ترجمہ ''ایک سال'' کیا گیا ہے، جب کہ پورا ترجمہ ''ایک ہزار سال'' ہے، تا ہم تفہیم مطالب اور ترسیل مدعا کے لحاظ سے سید نذیر نیازی درج بالا انگریزی عبارت کو اردو کا روپ دینے میں زیادہ کامیاب رہے ہیں:

جب ہم اس حرکت کا مشاہدہ، جس کا اظہار عمل تخلیق میں ہوتا ہے خارج سے کرتے، یعنی عقلاً اس کو اپنے تصور میں لاتے ہیں تو یہی عمل ہزار ہا سال پر محیط نظر آتا ہے۔ ''عہد نامہ عتیق'' کی طرح قرآن مجید کی اصطلاح میں بھی خدا کا ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہے۔[۳۷]

تجدیدِ فکریاتِ اسلام میں مترجم نے انگریزی متن کے بعض Sentences کا اردو ترجمہ ہی نہیں کیا، جس سے انگریزی عبارت کے مفہوم اور اردو ترجمے کے تسلسل میں رکاوٹ پیش آئی ہے۔ مثلاً دوسرے خطبے میں:

On the analogy of our inner experience, then, conscious existence means life in time. We can derive things from movement, we cannot derive movement from things.[38]

ہم اشیاء کا حرکت سے استخراج کر سکتے ہیں۔[۳۹]

تجدیدِ فکریاتِ اسلام کا اگر اسلوب کے حوالے سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہے کہ مترجم نے کوشش کی ہے کہ اس ترجمے کو جدید ذوق اور جدید اسلوب کا روپ دیا جائے۔ ڈاکٹر وحید عشرت اسلوب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ترجمے کی زبان انتہائی سہل، رواں اور بوجھل اصطلاحات سے پاک رکھنے کی کوشش کی گئی۔[۴۰]

سہل، رواں اور بوجھل اصطلاحات سے پاک عبارت بجائے خود ایک اہم وصف ہے، لیکن عبارت کے اندر ابلاغ کا عنصر اس سے بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ تجدیدِ فکریاتِ اسلام میں بعض جگہ آسان اور رواں ترجمہ دیکھنے کو ملتا ہے، لیکن قاری پر فکرِ اقبال کی وہ گرہیں کشا نہیں ہوتیں جو انگریزی عبارت اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

مترجم کی محنت، انہماک اور ماہرین اقبالیات سے مشاورت و رہنمائی قابل تحسین ہے، تاہم تجدیدِ فکریاتِ اسلام کو غلطیوں سے مبرا قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی یہ قدغن لگائی جا سکتی ہے کہ خطباتِ اقبال کے مزید اردو ترجمے کی گنجائش نہیں۔

تاہم مترجم کی یہ خواہش کہ اسے طبع زاد کتاب کا روپ مل سکے، شاید ہی کوئی ترجمہ اس مقام تک پہنچ سکا ہو۔ تجدیدِ فکریاتِ اسلام میں بعض مقامات پر اردو فقرات کی بے جا طوالت کے باوجوہ ابلاغ میں دشواری پیدا ہوئی ہے۔ فقط آسان الفاظ کا استعمال اور اصطلاحات سے اجتناب ہی سہل اور رواں ترجمے کا معیار نہیں بلکہ اردو فقرے کی ہیت اور ترتیب بھی ایک لازمی عنصر ہے تا کہ قارئین اقبال، فکر اقبال تک رسائی حاصل کرنے میں سہولت محسوس کریں۔

انگریزی عبارت میں Prepositions یعنی حروف جار اپنی الگ اہمیت رکھتے ہیں انگریزی سے اردو ترجمے میں، مترجم کو چاہیے کہ Prepositions کا خیال رکھتے ہوئے اردو ترجمہ سرانجام دے تا کہ وہی مفہوم ترجمے میں آئے جو اصل عبارت میں موجود ہے۔ تجدید فکریات اسلام میں بعض جگہ مترجم نے اس بات کا خیال نہ رکھتے ہوئے اصل عبارت سے مختلف مفہوم بیان کیا ہے۔

تجدیدِ فکریاتِ اسلام میں بعض جگہ لغوی غلطیوں اور اہم انگریزی الفاظ کا ترجمہ رہ جانے کی وجہ سے بھی ترسیل مدعا میں رکاوٹ پیش آئی ہے۔ بعض انگریزی فقرات کا اردو ترجمہ ہی نہیں کیا گیا۔ خطباتِ اقبال کے اردو تراجم میں تجدیدِ فکریاتِ اسلام آخری مکمل اردو ترجمہ ہے۔ تاہم تنقیدی جائزے سے یہ واضح ہے کہ خطباتِ اقبال کے مزید اردو ترجمے کی گنجائش موجود ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ڈاکٹر سید عبداللہ (مرتب)، متعلقاتِ خطباتِ اقبال، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۷۷ء، ص ’ز‘ ’ش‘۔

۲۔ شیخ عطاءاللہ (مرتب)، اقبال نامہ، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۵ء، ص ۱۹۷۔

۳۔ سید نذیر نیازی: تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، لاہور: بزم اقبال، جنوری ۲۰۱۰ء، ص ۷۔

۴۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی: ’خطباتِ اقبال (تفہیم، رجحانات، معنویت)‘، مشمولہ اقبالیات: تفہیم و تجزیہ، ص ۴۶۔

۵۔ سید نذیر نیازی: تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، ص ۸۔

۶۔ علامہ محمد اقبال: *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۴ء، ص۵۰۔

۷۔ سید نذیر نیازی: تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، ص۱۱۵۔

۸۔ ڈاکٹر سمیع الحق: تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۴ء، ص۵۔

۹۔ پروفیسر شریف کنجاہی: مذہبی افکار کی تعمیر نو، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۹۲ء۔

۱۰۔ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ: ترجمے کا فن: نظری مباحث ۴۶ق م تا ۱۹۸۶ء، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء، ص۴۳۔

۱۱۔ علامہ محمد اقبال: *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*، ص۲۰۔

۱۲۔ پروفیسر شریف کنجاہی: مذہبی افکار کی تعمیر نو، ص۳۸۔

۱۳۔ علامہ محمد اقبال: *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*، ص۷۹۔

۱۴۔ پروفیسر شریف کنجاہی: مذہبی افکار کی تعمیر نو، ص۱۱۷۔

۱۵۔ علامہ محمد اقبال: *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*، ص۸۱۔

۱۶۔ پروفیسر شریف کنجاہی: مذہبی افکار کی تعمیر نو، ص۱۲۰۔

۱۷۔ ڈاکٹر سمیع الحق: تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر۔

۱۸۔ علامہ محمد اقبال: *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*، ص۱۰۰۔

۱۹۔ ڈاکٹر سمیع الحق: تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر، ص۱۳۳، ۱۳۴۔

۲۰۔ علامہ محمد اقبال: *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*، ص۲۹۔

۲۱۔ ڈاکٹر سمیع الحق: تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر، ص۴۷۔

۲۲۔ علامہ محمد اقبال: *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*، ص۶۸۔

۲۳۔ ڈاکٹر سمیع الحق: تفکیرِ دینی پر تجدیدِ نظر، ص۹۲۔

۲۴۔ سید نذیر نیازی: تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، ص۱۹۳۔

۲۵۔ شہزاد احمد: اسلامی فکر کی نئی تشکیل، لاہور: علم و عرفان پبلیشرز، جنوری ۲۰۰۵ء، ص۹۔

۲۶۔ علامہ محمد اقبال: *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*، ص۱۵۵۔

۲۷۔ شہزاد احمد: اسلامی فکر کی نئی تشکیل، ص۲۲۶۔

۲۸۔ علامہ محمد اقبال: The Reconstruction of Religious Thought in Islam، محولہ بالا ۵، ص۵۲

۲۹۔ شہزاد احمد: اسلامی فکر کی نئی تشکیل، ص۹۰

۳۰۔ علامہ محمد اقبال: *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*، ص۱۱۱۔

۳۱۔ شہزاد احمد: اسلامی فکر کی نئی تشکیل، ص۱۶۹

۳۲۔ ڈاکٹر وحید عشرت: تجدیدِ فکریاتِ اسلام، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۲ء، ص۲۳۷

۳۳۔ علامہ محمد اقبال: *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*، ص۴۲۔

۳۴۔ ڈاکٹر وحید عشرت: تجدیدِ فکریاتِ اسلام، ص۲۷۔

۳۵۔ علامہ محمد اقبال: *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*، ص۳۹۔

۳۶۔ ڈاکٹر وحید عشرت: تجدیدِ فکریاتِ اسلام، ص۶۸۔

۳۷۔ سید نذیر نیازی: تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، ص۹۴۔

۳۸۔ علامہ محمد اقبال: *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*، ص۳۸۔

۳۹۔ ڈاکٹر وحید عشرت: تجدیدِ فکریاتِ اسلام، ص۷۰۔

۴۰۔ ایضاً، ص۲۳۶۔